سفرِ زامبیا

مفتی محمد شفیق عارف
مفتی دارالافتاء واستاذ جامعہ

اکرام واحترام کی شاندار مثال!

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہٗ کو اللہ جل شانہٗ نے ان تمام خصوصیات، صفات وکمالات اور ملکات سے مالا مال فرمایا تھا جو کسی بھی دینی وعلمی میدان کی پیشوائی کے لیے مطلوب ہوتی ہیں، مثلاً: توبہ وانابت، خوف وخشیت الٰہی، عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی بدولت صفاءِ قلب ونور، اذکار واوراد اور عمل بالحدیث کا شوق وجذبہ، متونِ حدیث پر نظر، اُصولِ حدیث کی مہارت، رجال اور طرق وعلل سے آگاہی، مذاہبِ اربعہ کے مراجع ومآخذ، اُصولِ فقہ وعلم الخلافیات سے واقفیتِ تامہ، عربیت میں پختگی، کلام وفلسفہ وحقائق پر نظر، وسعتِ علم وسرعتِ مطالعہ، قلم کی روانی وسلاست، خطابت وبیان میں جرأت کے ساتھ سنجیدگی اور وقار، بیدار مغزی وشدتِ احساس، وسعتِ فکر ونظر، اہتمام وانتظام، تنظیم وتدبیر کی اعلیٰ مثال اور اعلاءِ حق کے لیے اُٹھنے والی ہر تحریک کے لیے قائدانہ اوصاف کے حامل تھے۔ آپ کی نمایاں ملی اور دینی خدمات میں تحریکِ ختم نبوت کی امارت وقیادت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے علاوہ فتنۂ پرویزیت کا تعاقب اور علمی محاسبہ شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اندرون وبیرونِ ملک کئی اداروں کے صدر یا رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

تاسیسِ جامعہ

مذکورہ فضائل وکمالات کے علاوہ اللہ جل شانہٗ نے ایک خاص الخاص فضل وکرم آپ پر فرمایا اور وہ ہے جامعۃ العلوم الاسلامیۃ (ابتدائی نام مدرسہ عربیہ اسلامیہ) کی تاسیس۔ اس کی بنیاد کس طرح سے رکھی تھی؟ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

''چنانچہ برسوں اس سلسلے میں غور وفکر کرتا رہا، اسی دوران ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ کے اواخر میں حج سے فراغت کے بعد میری رفیقۂ حیات نے مکہ مکرمہ میں ایک خواب دیکھا، جس کی تعبیر میں یہ

سمجھا کہ عنقریب مجھے اس کام کے کرنے کی توفیق نصیب ہوگی جس کا میں آرزومند تھا۔ چنانچہ اس کام کو شروع کرنے سے پہلے میں نے مناسب سمجھا کہ اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کے ساتھ دعائیں اور ماثور استخارے کروں، اس مقصد کے لیے میں نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا، تاکہ اس کی برکت سے مجھے توفیق نصیب ہو۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے تمام مقاماتِ مقدسہ اور مشاعرِ حج میں مجھے آہ وزاری اور دعا کی توفیق عطا فرمائی، پھر حرمِ نبوی میں حاضری ہوئی اور ایک ماہ سے زیادہ مدینہ منورہ میں قیام کیا، رو رو کر دعائیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اس کام کے لیے مطمئن کر دیا۔ حج سے وطن واپس لوٹا، میرے سامنے کام کرنے کا راستہ نہایت مبہم اور غیر واضح تھا، مادی وسائل مفقود تھے، میں برابر سوچتا اور غور وفکر کرتا رہا، آخر کار ایک ایسے خطۂ زمین میں کام شروع کر دیا جہاں نہ کوئی مکین تھا، نہ مکان کہ جس میں بارش یا دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لیے پناہ لے سکوں، نہ ضروریات پوری کرنے کی کوئی جگہ تھی، نہ راحت و آرام کی، اس سے قبل میں نے اخبارات میں ان فضلاء کے لیے جو درسِ نظامی سے فارغ ہو چکے ہوں ''تکمیل'' کا درجہ کھولنے کا اعلان کیا، جس میں قرآن کریم، سنتِ نبویہ، فقہ اسلامی اور عربی ادب جیسے علوم کی خصوصی تعلیم دینا مقصود تھا۔ میرے اس اعلان پر دس فضلاء نے لبیک کہی، چنانچہ ان دس فضلاء سے میں نے کام شروع کیا۔''

حضرت بنوری قدس اللہ سرہٗ نے جس مدرسہ کی بنیاد سادہ سا نام ''مدرسہ عربیہ اسلامیہ'' سے رکھی تھی، اللہ جل شانہ کے لطف وکرم سے وہ قبولیت عامہ عطا ہوئی کہ دنیائے اسلام میں اس کو ایک ممتاز یونیورسٹی کا مقام حاصل ہے، جس سے تشنگانِ علوم نبویہ سیراب ہو کر دنیا کے کونے کونے میں اُمت کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

جامعہ کا فیض

ہم اپنے اساتذۂ کرام بالخصوص استاذ محترم مدیر جامعہ حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم کی زبانی ایسے واقعات سنتے رہتے ہیں جن میں جامعہ کے فضلاء کا دنیا بھر میں قرآن وحدیث کے علوم کی خدمت میں مصروف ہونا بتایا جاتا تھا، پھر یہی نہیں کہ صرف بڑے اور سہولیات سے بھرپور شہروں میں ہی خدمات انجام دیتے، بلکہ شہروں سے دور دراز ایسے علاقوں میں بھی کام کرتے نظر آئیں گے جہاں وسائل کی کمیابی ہے۔ وسائل پر انحصار کیے بغیر رشد وہدایت کے دیپ روشن کیے ہوئے ملیں گے، جن کے اخلاص وللّٰہیت سے بھرپور خدمات کا سن کر جہاں ایمان تازہ ہوتا ہے، وہاں حضرت بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے اخلاص وللّٰہیت سے روشن کیے ہوئے منارۂ نور کی عند اللہ قبولیت کا بھرپور اظہار بھی ہوتا ہے۔

اللہ جل شانہ اس مینارہ نور کو آسمان رشد و ہدایت پر تا قیامت چمکتا دمکتا، درخشندہ ستارہ بنائے رکھے۔ اس کے فیض سے پورے عالم کو منور فرماتا رہے، آمین یا رب العالمین۔

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت بنوری نور اللہ مرقدہٗ ایک مرتبہ افریقی ملک زامبیا تشریف لے گئے تھے، اس وقت ایک جگہ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی دلسوزی سے اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا مانگی، جس کے الفاظ کم وبیش اس طرح کے تھے: ''اے اللہ! میں بوڑھا ہوگیا ہوں، کاش! میرے اندر طاقت اور قوت ہوتی کہ میں ان سیاہ فام لوگوں کو قرآن پڑھاتا، ان کو دین کی تعلیم دیتا۔'' اللہ جل شانہٗ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول فرمائی کہ کچھ عرصے کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فضلاء نے زامبیا (جو ایک خاص عیسائی مملکت ہے) میں قرآن وحدیث کے علوم کے جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم کیے۔ آج زامبیا کے دارالحکومت ''لوساکا'' میں بیس ایکڑ رقبے پر محیط ایک عظیم الشان مرکزی دینی ادارہ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' کے نام سے قائم ہے، جس میں دورۂ حدیث تک تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر شعبوں میں بھی شب وروز تعلیم جاری ہے، مثلاً: شعبہ حفظ وناظرہ، شعبۂ قرأت وغیرہ۔ اس کے علاوہ فلاحی کاموں کا ایک بہت بڑا شعبہ قائم ہے، جہاں سے نہ صرف غریب مسلمانوں کی امداد ونصرت کا سلسلہ جاری ہے، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی تعاون جاری ہے۔ ان کے علاقوں میں جاجا کر ان کی ضروریات کا سامان پہنچایا جاتا ہے، ضرورت کی جگہ پر کنویں وغیرہ کے ذریعہ پانی کا انتظام کیا جاتا ہے، ایسا عظیم الشان نظام قائم ہے کہ حکومت کے کرنے والے کام بھی جامعہ کے یہ فضلاء سرانجام دے رہے ہیں۔

مادرِ علمی سے محبت

جامعہ اسلامیہ کے منتظمین اور فضلاء کو اپنی مادرِ علمی (بنوری ٹاؤن) اور اس کے اساتذہ کے ساتھ محبت کا وہ گہرا تعلق ہے کہ ہر سال ختم بخاری شریف کے موقع پر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے اپنے اساتذہ کو ضرور بلاتے ہیں، چنانچہ ہر سال جامعہ سے اساتذہ کرام تشریف لے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے خوشی اور مسرت سے ان کے دل باغ باغ ہوجاتے ہیں اور وہ اپنے اساتذہ سے بھرپور محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

زامبیا کا سفر

گزشتہ سال حضرت مولانا امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم ناظم تعلیمات جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن نے بندہ سے زامبیا جانے کے لیے فرمایا تو خوشی ہوئی کہ جہاں ہمارے اساتذہ کرام جاتے رہتے ہیں وہاں جانے کا موقع مل رہا ہے، بلکہ ''سیاحہ علمیہ'' کا سہانا موقع سمجھ کر اس کے لیے تیاری شروع کی، چنانچہ غالباً ۴ رمئی ۲۰۱۶ کو رات ایئرپورٹ پہنچے، بندہ کے ساتھ دو رفقاءِ سفر اور تھے، مولانا فصیح الرحمٰن صاحب اور مولانا رضاء اللہ صاحب اساتذہ جامعہ ہذا، جبکہ مولانا معراج حسین

صاحب پہلے ہی زامبیا پہنچ چکے تھے۔ تقریباً ۵/ بجے صبح بذریعہ ایمرٹس ایئر لائن سے کراچی سے روانہ ہوکر دبئی پہنچے۔ دو گھنٹے دبئی ائیر پورٹ پر قیام کے بعد پھر دبئی سے روانہ ہوئے تو پاکستانی وقت کے مطابق ۶ بجے دارالحکومت لوسا کا پہنچے۔ مفتی ایوب صاحب اور بھائی سلیمان صاحب نے ایئرپورٹ کے اندر آکر خود ساری کارروائی مکمل کروائی، جب باہر نکلے تو مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد ادریس صاحب، مولانا مفتی عبدالجبار چترالی صاحب اور مولانا افضل صاحب اور دیگر حضرات نے بڑی محبت سے استقبال کیا، ملاقات کے بعد بندہ کو مولانا محمد افضل صاحب کی گاڑی میں ان کے ساتھ روانہ کردیا گیا۔ باقی حضرات دوسری گاڑی میں تھے، تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت طے کرکے مسجد توحید آئے، جو بہت ہی خوبصورت اور کشادہ تھی۔ (اس مسجد کے بنانے کا بھی عجیب واقعہ ہے، آگے عرض کروں گا) اس مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی۔

مدرسہ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' آمد

اس کے بعد پھر روانہ ہوئے، گاڑیاں مختلف راستوں سے ہوتی ہوئیں مدرسۃ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' پہنچیں۔ مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ نے استقبال کیا۔

ماشاء اللہ! مدرسہ بیس ایکڑ اَراضی پر محیط ہے، بہت خوبصورت عمارت ہے، درسگاہیں اور طلبہ کے دارالاقامہ بھی خوبصورت ہیں، کھیلنے کے لیے بہت کشادہ گراؤنڈ ہے، بہرحال جامعہ پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی، پھر چائے وغیرہ کے ساتھ اکرام کیا گیا۔ چائے کے ساتھ بیکری کا طرح طرح کا سامان تھا جو سب کا سب گھروں میں بنایا گیا تھا، کیونکہ بتایا گیا کہ یہاں بیکری کی دکانیں نہیں۔ مسلمان اپنے اپنے گھروں میں بیکری کا سامان بناتے ہیں، چائے کے بعد آرام کرنے کے لیے کہا گیا۔ مہمانوں کے اعزاز واکرام کے لیے بہت خوبصورت مہمان خانے بنائے گئے ہیں۔ بندہ کو ایک کمرہ دے دیا گیا، تو اے سی چلا کر سو گیا۔ مغرب کی نماز کے لیے بیدار کیا گیا۔ نماز کے بعد تفصیلی بات چیت ہوئی اور عشاء کی نماز کے بعد ایک جگہ دعوت تھی، وہاں گئے۔ وہاں بنوری ٹاؤن کے دیگر فضلاء سے ملاقات ہوئی، دعوت پُرخلوص وپُرتکلف تھی، میزبان نے بہت اکرام کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد واپسی ہوئی۔ رات سونے سے پہلے کل صبح کے پروگرام کے بارے میں بتایا گیا کہ اگر تھکاوٹ محسوس نہ ہو تو صبح نیشنل پارک جانا ہے، جو کہ سات سو چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ساتھیوں نے بخوشی رضامندی کا اظہار کیا کہ افریقہ کے جنگل تو مشہور ہیں، ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اس جنگل کو اور اس میں طرح طرح کی مخلوقِ خدا کو دیکھیں، چنانچہ اگلے دن ۱۵/ مئی کو فجر کی نماز پڑھ کر تیاری شروع کی، کھانے پینے کا، اور دیگر ضروری سامان رکھا گیا۔ ناشتہ کیے بغیر روانہ ہوئے، سفر کی دعائیں پڑھی گئیں، مولانا محمد ادریس صاحب گاڑی چلا رہے تھے۔ راستہ میں جو چیز باعثِ حیرت تھی وہ یہ کہ سبھی مکان گراؤنڈ فلور پر ہیں اور

مکانات بہت کھلے اور کشادہ تھے، سفر میں ہر جگہ یہی مشاہدہ کیا، کہیں بھی فلیٹوں کی صورت میں مکانات نہیں دیکھے۔ کراچی کا رہنے والا جہاں ہر طرح بلند و بالا فلیٹوں کو دیکھنے والا جب یہ منظر دیکھتا ہے تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ سڑکیں بھی کشادہ تھیں، اور ٹریفک کم تھی، اس لیے ہماری گاڑی خوب تیز رفتاری کے ساتھ رواں دواں تھی، کچھ مسافت طے کر کے ایک جگہ اُترے، اور اپنے ساتھ لایا ہوا ناشتہ کیا، ناشتہ سے فارغ ہو کر پھر مسلسل سفر کرتے رہے۔

پٹاؤکہ شہر آمد

یہاں تک تک کہ ظہر سے قبل پٹاؤکہ شہر پہنچے، بھائی محمد کے گھر دوپہر کا کھانا کھایا، چنانچہ دونوں باپ بیٹے نے استقبال کیا، ظہر کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا، بھائی محمد نے بھی ہمارے ساتھ سفر پر جانا تھا، چنانچہ وہ اپنی گاڑی میں خورد و نوش کا سامان رکھ کر ہمارے ساتھ روانہ ہوئے، اس طرح دو گاڑیوں میں ساتھی بیٹھ گئے، گاڑیوں میں پیٹرول ڈلوایا گیا، پھر منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے، عصر کی نماز راستہ میں پڑھی۔

نیشنل پارک آمد

مغرب کے وقت منزلِ مقصود نیشنل پارک پر پہنچے، سورج غروب ہو رہا تھا، گاڑی نے عام سڑک چھوڑ کر جنگل جانے والے کچے راستے پر چلنا شروع کیا، جیسے جیسے گاڑیاں آگے جا رہی تھیں، ویسے ویسے جنگل کا سناٹا خوف دلا رہا تھا، میرا خیال تھا کہ جنگل سے باہر فارم ہاؤس ہوگا، لیکن گاڑیاں تو جنگل کی طرف رواں تھیں، خوف و ہراس کی حالت تھی کہ ایک جگہ رہائشی عمارت اور گاڑیاں نظر آئیں، چنانچہ وہاں پہنچے، وہاں کے ملازمین نے گاڑی سے سامان اُتارا۔ شربت پلایا گیا، سب سے پہلے دریا کے کنارے چٹائیاں بچھا کر مغرب کی نماز پڑھی، دریا سے خوف ناک کریہ الصوت آوازیں اور بھی ماحول کو خوفناک بنا رہی تھیں، پتہ چلا کہ یہ آوازیں دریائی گھوڑوں کی ہیں جو دریا میں موجود ہیں، نماز کے دوران عجیب کیفیت تھی کہ کہیں ادھر ادھر سے کوئی جانور نہ آ جائے۔

عشاء کی نماز پڑھ کر رات ہی کو شیر دیکھنے کے لیے نکلے، جب افریقی جنگلوں میں جانے اور وہاں جانوروں کو دیکھنے کے واقعات سنتے تھے تو میرا ایک تصور تھا کہ گاڑی کے چاروں طرف شیشے لگے ہوں گے اور اس کے اوپر لوہے کی گرل لگی ہوگی اس گاڑی میں بیٹھ کر لوگ جنگل کے اندر جاتے ہوں گے تو ہمارے سامنے انتظامیہ نے جو گاڑی سواری کے لیے کھڑی کی اس کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ عام جیپ کی طرح ایک بڑی جیپ تھی، نشستیں آڈیٹوریم کی طرح اوپر نیچے تھیں اور بالکل کھلی تھیں، نہ شیشہ اور نہ ہی گرل تھی، ہر طرف سے کھلی تھیں۔ عجیب بات یہ تھی کہ رات کی تاریکی میں جنگل میں شیر کو دیکھنے جا رہے ہیں، مگر کسی کے پاس حفاظت کے لیے اسلحہ نہیں، حتیٰ کہ ہمارا گائیڈ جو گاڑی بھی چلا رہا تھا، اس کے پاس بھی اسلحہ نہیں تھا، بہر حال جانے سے پہلے گائیڈ نے انگلش میں ہدایات دیں، جس کا خلاصہ یہ

تھا کہ خاموش رہیں، بالکل نہ بولیں اور نہ ہی کوئی حرکت کریں، ڈرائیور کے علاوہ ایک اور آدمی گاڑی میں لائٹ لے کر کھڑا تھا، جو شیر دیکھنے کے لیے لائٹ گھماتا تھا، چنانچہ ایک جگہ سفید شیر دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے، ڈرائیور نے گاڑی اس کے قریب لے جاکر کھڑی کردی، خوف بھی محسوس ہو رہا تھا، کچھ دیر کے بعد شیر وہاں سے چلا گیا، ہماری گاڑی بھی چلتی رہی، ایک جگہ ایک گاڑی کھڑی نظر آئی تو ہم بھی اس طرف چلے، تو دیکھا کہ گاڑی کی ہیڈ لائٹ کے سامنے شیر بیٹھا ہے، ہماری گاڑی بھی قریب جاکر رک گئی، شیر ویسا ہی بیٹھا رہا، اس کے بعد واپس کیمپ پہنچے، کھانا کھاکر آرام کرنے چلے گئے۔ جن کمروں میں ہم آرام کرتے تھے، جنگلی جانور رات کو اِدھر بھی پھرتے رہتے تھے، اس لیے صبح دیکھ بھال کر فجر کی نماز کے لیے نکلتے تھے، اگلے دن یعنی ۱۶ مئی پیر کے دن فجر کے بعد ہلکا پھلکا ناشتہ کیا۔ تقریباً صبح چھ بجے گاڑی پر سوار ہوکر نیشنل پارک کی طرف روانہ ہوئے، یہ پارک نو ہزار پچاس مربع کلومیٹر پر محیط ہے، اس میں شکار کرنا منع ہے، چیک پوسٹ پر ضروری کارروائی کے بعد جنگل کی طرف چل پڑے، بڑا گھنا جنگل ہے، اس میں گھومتے رہے، طرح طرح کے جانور دیکھتے رہے، ہاتھی، زیبرا، زرافہ، ہرن وغیرہ، چلتے چلتے ایک جگہ انگریزوں کی متعدد گاڑیاں کھڑی ہوئی دیکھیں تو ہمارے ڈرائیور نے گاڑی کا رُخ اسی طرف پھیر دیا، قریب جاکر دیکھا کہ درمیان میں ایک شیر بیٹھا ہے، کچھ فاصلے پر شیرنی بھی ہے، دو اطراف گاڑیاں کھڑی ہیں، مگر مکمل سکوت ہے، چند منٹ یہاں ٹھہرنے کے بعد پھر چل پڑے۔ تین گھنٹے جنگل میں گھومتے پھرتے رہے۔ بعض اوقات خطرناک راستوں سے بھی گزرے، چونکہ کافی دور تک جاچکے تھے تو پھر ڈرائیور ایک بڑی نہر کے قریب گاڑی لے گیا، وہاں کشتی پر گاڑی سوار کراکر دوسرے کنارے اُتارا، پھر مختلف جھاڑیوں اور ناہموار راستوں سے ہوتے ہوئے اپنے کیمپ پہنچے، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بھرپور ناشتہ کیا اور آرام کرنے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ دو بجے کے قریب اُٹھ کر ظہر کی نماز پڑھی، کچھ دیر بعد دوپہر کا کھانا کھاکر عصر کے بعد اسی جنگل کی طرف گاڑی پر سوار ہوکر چل پڑے۔ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں شیر اور شیرنی دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں اور بھی گاڑیاں کھڑی ہیں، ہماری گاڑی بھی پانچ سات گز کے فاصلے پر کھڑی کردی گئی، یہاں بھی انگریز سیاح پہلے سے موجود تھے، اس سے معلوم ہوا کہ سیاح زیادہ شیر کو دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور باوجود کہ مختلف گاڑیاں کھڑی ہیں، مکمل سکوت کی وجہ سے شیر خاموشی سے بیٹھے تھے، البتہ گردن اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھتے تھے۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد پھر روانہ ہوئے، جنگل ہی میں ایک کشادہ وصاف جگہ مل گئی، مغرب کی نماز کے لیے اذان دی گئی اور باجماعت نماز پڑھی گئی۔ عجیب ماحول تھا جنگل کا، سکوت اور رات کی تاریکی تھی، کچھ لائٹس سے روشنی کا انتظام کیا گیا، وہیں چائے پی، پھر بڑی ٹارچ لے کر جنگل میں گھومتے رہے۔ بعض مقامات تو خوفناک تھے، مختلف جانور دیکھتے ہوئے واپسی ہوئی۔ عشاء کے قریب کیمپ پہنچے، کھانا کھاکر عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ یہ کیمپ میں ہماری دوسری اور آخری رات تھی۔

چاپاتا شہر آمد

۱۷ مئی کو فجر کی نماز پڑھ کر ناشتہ کر کے چاپاتا شہر کے لیے روانہ ہوئے۔ چاپاتا شہر میں ایک جگہ دوپہر کے کھانے کی دعوت تھی، کھانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھی اور آرام کیا۔ عصر کی نماز کے بعد مقامی ساتھیوں کے ساتھ دو گاڑیوں میں ایک جنگل کی طرف چلے کہ وہاں ہرن کا شکار کرنا تھا۔ تقریباً گھنٹے کی مسافت طے کر کے مذکورہ مقام پر پہنچے، راستے میں مختلف مقامات میں دیکھا کہ لوگوں نے بھیڑ بکریوں کے ساتھ خنزیر بھی گھروں میں رکھے ہوئے ہیں۔

۴۰ رسال قبل تبلیغی جماعت کی آمد

جنگل کے شروع میں ایک قدیم مسجد دیکھی، مقامی ساتھیوں نے بتایا کہ ۴۰ سال قبل اس پُرخطر راستہ سے ایک پیدل تبلیغی جماعت یہاں آئی تھی، جس کی قربانیوں سے کافی ثمرات ظاہر ہوئے۔ مغرب کی نماز اس مسجد میں ادا کر کے چائے وغیرہ پی کر گاڑیوں میں سوار ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ مولانا رضاء اللہ صاحب، مولانا فصیح الرحمٰن صاحب اور مولانا معراج حسین صاحب مقامی ساتھیوں کے ساتھ گاڑی کے پچھلے کھلے حصے میں کھڑے بڑی لائٹ سے اِدھر اُدھر جانور دیکھتے تھے۔ ہرنیوں کے ریوڑ ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ جنگلی بھینسیں تھیں مگر شکار ہرن کا کرنا تھا۔ اس کی تلاش میں تقریباً ۱۸/۲۰ کلومیٹر اندر جا چکے تھے۔ ہر طرف تاریکی کے ساتھ ساتھ سناٹا اور خوف و ہراس بھی تھا۔ ایک جگہ ہرن نظر آیا، مولانا رضاء اللہ نے نشانہ لگایا مگر نہیں لگا، گھومتے رہے، ایک جگہ پھر ہرن نظر آیا، روشنی پھینکی، نشانہ لگایا، مگر خطا گیا۔ پھر آگے بڑھتے رہے کہ اچانک گاڑیاں رُک گئیں کہ آگے ہاتھی کی آواز سنائی دی ہے، تو وہیں سے گاڑیاں واپس لے کر دوسرے راستے پر ڈال دیں، کیوں کہ سنا ہے کہ ہاتھی خطرناک حملہ کرتا ہے۔ اس راستے پر دور ایک جگہ ہرن نظر آیا، مقامی ساتھی بھائی رشید احمد نے فائر کیا تو اس کی گردن پر نشانہ لگا تو وہ گر گیا، ساتھی چھریاں لے کر اس کی طرف بھاگے، حالانکہ خوف ناک جنگل ہے، کوئی بھی درندہ راستے میں حملہ کر سکتا تھا، چنانچہ ہرن کو ذبح کیا، چار ساتھی اس کو اُٹھا کر لائے، بڑے بکرے کی جسامت کے برابر تھا، سینگ بڑے خوبصورت تھے، اس کامیابی پر سب ساتھی خوش تھے۔ وہاں سے واپس آئے اور راستہ ہی میں دو حبشیوں نے اس کی کھال اُتار کر گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے بنا دیئے، اس کے بعد واپسی ہوئی۔ ابھی جنگل ہی میں تھے کہ اچانک آگے والی گاڑی رُک گئی کہ راستہ میں ایک بڑا ہاتھی راستہ بند کیے کھڑا ہے، گاڑیاں رُک گئیں، اس کے جانے کا انتظار کرنے لگے، کچھ دیر کے بعد وہ راستہ سے ہٹ گیا مگر راستہ کی طرف منہ کر کے کھڑا تھا، گاڑیاں تیزی سے چلیں تو گزرتے وقت دیکھا تو واقعی بہت بڑا ہاتھی تھا۔

چاپاتا واپسی

رات بارہ بجے چاپاتا واپسی ہوئی، عشاء کی نماز پڑھی اور ہرن کے گوشت کے کباب وغیرہ

بنائے گئے، رات ایک بجے کھانا کھایا اور آرام کیا، آج ۱۸ مئی کو صبح ناشتہ کر کے واپس اپنے شہر لوساکا کے لیے روانہ ہوئے۔ مختلف جگہوں سے ہوتے ہوئے ایک جگہ ظہر کی نماز پڑھی اور دوپہر کا کھانا کھایا اور عصر کے وقت اپنے مرکز ''الجامعۃ الاسلامیہ'' پہنچے، عصر کی نماز کے وقت آرام کیا۔

سائٹ ایریا کا دورہ

آج ۱۹ر مئی کو فجر کی نماز کے بعد مختصر سا ناشتہ کر کے آرام کیا، پھر ۸ بجے ایک جگہ ناشتہ کی دعوت تھی، ناشتہ کیا۔ زامبیا کے سفر میں ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ ماشاء اللہ! ناشتہ سمیت ہر کھانا خوب کھایا جاتا اور دوسرے کھانے کے وقت بُھوک بھی خوب لگتی تھی، ایسی آب و ہوا تھی کہ کبھی بھی گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ ماشاء اللہ! ہر جگہ دعوت کے منتظمین بہت پُر تکلف اہتمام کرتے اور بھرپور محبت کے ساتھ کھانا کھلانے میں مصروف رہتے۔ **فجزاهم الله أحسن الجزاء**

بہرحال ناشتہ سے فراغت کے بعد لوساکا کی سائٹ ایریا کی طرف لے جایا گیا، مختلف فیکٹریوں میں لے جایا گیا اور مختلف طرح کے سامان بنتے دکھایا گیا۔ مختلف طرح کی ٹافیاں، بسکٹ اور طرح طرح کے صابن اور سرف وغیرہ بنتے دکھایا گیا۔ وہاں جن حضرات سے ملاقات ہوئی اُس سے دل بہت خوش ہوا کہ ماشاء اللہ! ہمارے مسلمان بھائی باشرع اور اسلامی لباس زیبِ تن کیے ہوئے بڑی بڑی فیکٹریاں، کارخانے چلا رہے ہیں۔ مختلف فیکٹریوں کا دورہ کر کے مولانا محمد افضل صاحب کے زیرِ تعمیر فارم ہاؤس کی طرف چل پڑے کہ آج دوپہر کا کھانا وہاں کھانا تھا، وہاں پہنچے، فارم ہاؤس دیکھا، کافی بڑا تھا، تقریباً آدھا تیار ہو چکا تھا، دوپہر کا کھانا کھا کر واپس اپنے مرکز آ گئے اور آرام کیا، عصر کی نماز کے بعد چائے بمع لوازمات کے ساتھ مجلس قائم ہوئی، جو کہ مغرب کے بعد بھی قائم رہی۔

مسجد عمر آمد

عشاء کی نماز پڑھنے مسجد عمر گئے (جہاں صبح جمعۃ المبارک کا بیان بھی کرنا تھا) بہت بڑی اور بہت ہی خوبصورت مسجد تھی، عشاء کی نماز کے بعد ایک جگہ کھانے کی دعوت تھی، وہاں سے کھانا کھا کر واپس مرکز پہنچ کر آرام کیا۔

آج ۲۰ر مئی بروز جمعۃ المبارک نماز فجر کے بعد ہلکا پھلکا ناشتہ کیا، پھر تقریباً ساڑھے ۸ بجے مولانا محمد ادریس صاحب کے گھر پُر تکلف ناشتہ کیا، مسجد عمر میں جمعۃ المبارک کا بیان کرنے کے لیے ۱۲ بجے نکلے تو اس راستے سے ملک کے صدر نے گزرنا تھا، اس لیے راستہ بند تھا، چنانچہ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے تاخیر سے مسجد عمر پہنچے۔ ۱۲:۳۰ کی بجائے ۱۲:۳۷ پر بیان شروع ہوا اور ۱۲:۵۱ پر ختم ہوا، مولانا فصیح الرحمٰن صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعۃ المبارک کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد مولانا محمد افضل صاحب کے گھر دوپہر کا کھانا تھا جو کہ بہت ہی پُر تکلف تھا۔ وہاں سے فراغت کے بعد اپنے مرکز آ گئے۔

مغرب کی نماز کے بعد ایک اور جگہ دعوت تھی۔ کھانے سے فراغت پر واپسی میں راستے ہی میں عشاء کی نماز پڑھی، واپس آکر اپنے اپنے کمروں میں آرام کے لیے چلے گئے۔

آج ۲۱رمئی بروز ہفتہ نمازِ فجر کے بعد حسبِ سابق ہلکا پھلکا ناشتہ کیا، تقریباً ۸ بجے مولانا مبشّر صاحب کے گھر ناشتہ کے لیے چلے گئے۔ ناشتے کے بعد واپس آکر آج رات کے پہلے پروگرام میں تقریر کی تیاری کرنے لگا۔ اس کے بعد آرام کیا، ظہر کی نماز کے بعد مہمان خانہ میں ہندوستانی مہمان اور ساؤتھ افریقہ سے اور دیگر ممالک سے آنے والے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ دوپہر کا پہلا کھانا تھا جو اپنے میزبانوں کے ہاں کھایا تھا۔

تکمیلِ قرآن کی تقریب میں شرکت

آج بعد از نمازِ مغرب جامعہ اسلامیہ کے پہلے بڑے پروگرام کے تحت ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد تھا، جو کہ حفّاظ کرام اور قراءاتِ سبعہ کی تعلیم کی تکمیل پر منعقد کیا جارہا تھا۔ بڑی جامع مسجد میں پروگرام تھا۔ عشاء کی نماز مرکزی مسجد میں پڑھی، فرزندانِ اسلام سے مسجد بھری ہوئی تھی۔ ہندوستان سے معروف شخصیت قاری محمد صدیق صاحب اور ساؤتھ افریقہ سے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اور مختلف ممالک کے طلبہ کے والدین، اعزہ واقارب اور مقامی لوگوں کی بڑی تعداد تھی، جس کی وجہ سے مسجد کا ہال برآمدہ وغیرہ سب بھرے ہوئے تھے۔ مقررین کا وقت ۱۰ منٹ مقرر تھا۔ افتتاح قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا، اس کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ کی حیثیت سے بندہ کا نام لے کر بلایا گیا۔ بندہ نے عظمتِ قرآن کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میرے بعد ہندوستان سے تشریف لائے حضرت قاری محمد صدیق صاحب کو دعوت دی گئی۔ حضرت نے اولاً ایک نعت پڑھی، پھر قرآن کریم کے موضوع پر بیان فرمایا۔ ان کے بعد ساؤتھ افریقہ سے تشریف لاتے ہوئے مہمان مولانا مفتی سعید احمد صاحب کو دعوت دی گئی، حضرت نے انگلش میں بیان فرمایا، (اردو میں صرف بندہ اور قاری صاحب کا بیان تھا) بیان کے بعد اس مبارک مجلس میں نکاح پڑھوائے گئے۔ آخر میں حفّاظ کرام نے قرآن کریم کی تکمیل کی اور قراءاتِ سبعہ کی تکمیل کرنے والوں نے مختلف قراءتوں میں قرآن کریم سنایا، اس کے بعد دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد قریب ہی ایک جگہ سب مہمانوں کے لیے کھانے کی دعوت کا انتظام تھا، وہاں سے فراغت کے بعد اپنے مرکز پہنچے اور آرام کیا۔

آج مورخہ ۲۲رمئی کو ختم بخاری شریف کی اہم تقریب تھی، چنانچہ ساڑھے نو بجے روانہ ہوئے۔

ختم بخاری شریف کی تقریب

اسکول کے بڑے ہال میں تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا، بہت عمدہ انتظامات کیے گئے تھے۔ قریب ممالک سے طلبہ کے والدین آئے تھے، بہت بڑا اجتماع تھا۔ مقررین کی فہرست میں آٹھویں ۸

نمبر پر میری تقریر تھی۔سب تقاریر انگلش میں تھیں، پاکستان سے بندہ اور ہندوستان سے قاری محمد صدیق صاحب کی اردو میں تقاریر تھیں۔ بندہ کا علم اور اہل علم کی فضیلت اور اس کے حقیقی مصداق کون ہیں؟ کے موضوع پر بیان تھا۔ بندہ کے بیان کے بعد آخر میں مفتی سعید احمد صاحب کو بلایا گیا، حضرت نے انگلش میں بخاری شریف کی آخری حدیث پر بہت عمدہ بیان فرمایا۔ بیان کے بعد فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی کی گئی، بندہ کو بھی پگڑی باندھنے میں ساتھ ملایا گیا تھا۔آج کی تقریب بہت اہم اور بہت ہی کامیاب رہی۔تقریب کے بعد دوپہر کا کھانا کہیں اور تھا، سب کھانا کھا کر واپس اپنے مرکز پہنچ گئے۔

طلبہ سے خطاب

مغرب کی نماز کے بعد جامعہ کے طلبہ سے تقریباً آدھے گھنٹے کا بندہ کا بیان رکھا گیا۔ بیان کے بعد انعامات بندہ کے ذریعہ دلوائے گئے۔عشاء تک یہ تقریب جاری رہی۔اس کے بعد مولانا محمد افضل صاحب کے خالو صاحب کے گھر دعوت تھی۔کھانے سے فراغت کے بعد واپس اپنے مرکز آ گئے۔

آبشار عجوبۂ خداوندی

آج مورخہ ۲۳؍مئی کو دنیا کا ایک عجوبہ ''آبشار'' دیکھنے کا پروگرام تھا۔ چنانچہ فجر کے بعد حسب سابق ہلکا پھلکا ناشتہ کیا، پھر دو گاڑیوں میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ دو گھنٹے کی مسافت طے کر کے ایک جگہ ٹھہر کر اپنے ساتھ لایا ہوا ناشتہ کیا، پھر روانہ ہوئے، تقریباً ۱۲ بجے مطلوبہ مقام پر پہنچے۔ پہلے سے بُک کیے گئے ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس میں قیام کرنا تھا۔تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ آرام کے بعد ظہر کی نماز پڑھی اور اپنے ساتھ لایا ہوا کھانا کھایا، چائے پی۔اپنا سامان یہیں رکھ کر دونوں گاڑیاں آبشار کی طرف روانہ ہوئیں، تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہاں پہنچے۔ٹکٹ لیے، غیر ملکی کے لیے ۲۰؍ڈالر اور مقامی کے لیے آدھا ڈالر تھا۔ یہاں بندر بہت زیادہ تھے، جگہ جگہ لکھ کر لگایا گیا تھا کہ بندروں سے اپنے کھانے پینے کے سامان کی حفاظت کریں۔ایسی جگہ پر ایک بندر آیا اور ہمارے ساتھی سے کھانے کا شاپر سمجھ کر چھین کر لے گیا، آگے جا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے تو وہیں پھینک دیا۔اب آبشار دیکھنے سے پہلے اپنی جیبیں خالی کی جا رہی تھیں، پاسپورٹ، نقدی وغیرہ سب نکال کر سب گاڑی میں رکھ رہے تھے کہ آگے جا کر بارش میں نہانا بھی تھا، آبشار دیکھنے چلے، کیا ہی عجیب وغریب قدرتِ خداوندی کا ایک عجوبہ تھا۔ انتہائی خوبصورت مناظر شروع ہو گئے، بتایا گیا کہ یہ آبشار کئی کلومیٹر لمبی ہے جس کی دو تہائی زامبیا اور ایک تہائی زمبابوے میں ہے، جیسے جیسے آگے احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے، بہت گہرائی میں گرنے والے پانی سے فوارا اُٹھ کر کچھ بلندی پر جا کر ٹھنڈی پھوار بن کر موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی تھی، بہت ہی لطف محسوس ہو رہا تھا، جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے بارش تیز سے تیز تر ہو کر عجیب لطف پیدا کر رہی تھی۔اس جگہ پر غیر ملکی انگریز اور سیاہ فام مرد اور عورتیں چھوٹے بڑے بڑی مقدار میں اس

عجیب منظر سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ مختلف مقامات بنائے گئے، لہٰذا مختلف زاویوں سے نظّارہ کیا جارہا تھا۔ اس نظّارے کے بعد یہ آبشار جہاں سے بنتی تھی اس دریا کے پاس گئے، جس کا پانی تیزی سے چلنے کی وجہ سے خوف ناک آواز پیدا کررہا تھا۔ وہاں عصر کی نماز پڑھی، چائے پی کر کچھ دیر بیٹھنے کے بعد زمبابوے کی سرحد کی طرف چلے۔

زمبابوے میں داخلہ

سرحد سے اجازت لے کر زمبابوے کی سرحد میں داخل ہوئے، کافی اندر جانے کے بعد پھر واپس ہوئے تو گویا زمبابوے کے اندر بھی ہمارا جانا ہوگیا تھا۔ پھر تقریباً مغرب کی نماز کے وقت اپنے مقام پر پہنچے۔ مغرب کے بعد گرم گرم کھانے کا انتظام ہورہا تھا، شکار کیے ہوئے ہرن کا گوشت بھی ساتھ لائے تھے، کوئلے سمیت گوشت بھوننے کا سارا سامان بھی ساتھ لائے تھے، چنانچہ کچھ ساتھی کوئلوں پر گوشت بھون کر دسترخوان پر رکھ رہے تھے، سردی کی وجہ سے کوئلوں کی انگیٹھی بھی جلا رکھی تھی، سب ساتھیوں نے بھرپور کھانا کھایا۔ ٹھنڈی ہواؤں میں گرم گرم کھانا بہت لطف دے رہا تھا۔ کھانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی، چونکہ تھکاوٹ کافی ہوچکی تھی، لہٰذا سب ساتھی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ ریسٹ ہاؤس خوبصورت اور صاف ستھرا تھا۔ ۲۴ رمئی کو فجر کی نماز کے بعد ناشتہ لگا دیا گیا تھا۔ ناشتہ کرکے واپسی کا سفر شروع کیا۔ دو گھنٹے کی مسافت کے بعد ایک جگہ کچھ دیر کے لیے ٹھہر کر پھر روانہ ہوئے، ایک مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی اور چائے پی، پھر روانہ ہوئے۔

اسٹیل مل آمد

اب اگلی منزل مولانا یوسف صاحب کے ماموں کی اسٹیل مل تھی، وہاں دوپہر کے کھانے کی دعوت تھی۔ اسٹیل مل بہت بڑی تھی، کافی رقبے پر پھیلی ہوئی تھی، بجلی نہ ہونے کی وجہ سے رات کو کام ہونا تھا، اس لیے کام نہ دیکھ سکے، کھانا کھانے کے بعد تقریباً ۳:۳۰ بجے اپنے مرکز پہنچے۔ آج عشاء کے بعد ایک جگہ دعوت تھی، کھانے کے بعد واپس آکر آرام کیا۔

آج مؤرخہ ۲۵ رمئی کو صبح ناشتہ کی ایک جگہ دعوت تھی، دورہ حدیث سے فراغت پانے والے طلبہ کی بھی دعوت تھی، ناشتہ کیا، ایک بھرپور کھانے کا انتظام تھا، میزبان بہت اصرار کے ساتھ کھانا کھلارہے تھے۔ ناشتہ کے بعد واپسی ہوئی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے کے قریب ایک مکتب میں قرآن کریم پڑھنے والے بچوں (جو کہ سب کالے تھے) میں انعامات تقسیم کرنے کی تقریب میں گئے، مجھے کچھ بیان کرنے کے لیے کہا تو تقریباً ۱۵ منٹ اردو میں بیان کیا، مولانا حمزہ صاحب مقامی زبان میں ترجمہ کرتے تھے۔ بچوں کے والدین بھی موجود تھے، خواتین پردے میں تھیں۔ بیان کے بعد بندہ کے ہاتھوں انعامات دلوائے گئے، انعامات میں سب گھریلو استعمال کے مختلف برتن تھے۔ چھوٹے بڑے سب خوش

ہور ہے تھے۔ یہاں سے فراغت کے بعد مولانا حمزہ صاحب کے گھر پُر تکلف دوپہر کھانے کی دعوت تھی۔ کھانے کے بعد جامعہ اسلامیہ کی پہلی عمارت دیکھنے کے لیے گئے، جہاں کام کی ابتداء کی تھی۔ اس کے بعد ایک راشن تقسیم کرنے کی تقریب میں گئے، جہاں بہت سے مرد عورتیں اور بچے راشن لینے کے لیے جمع تھے۔ بندہ اور مولانا حمزہ صاحب نے راشن تقسیم کیا، آٹے کی تھیلی کے علاوہ گھی، چینی وغیرہ کی چیزوں کی دوسری تھیلی تھی۔ کافی منظم انداز سے راشن تقسیم کیا گیا تھا۔ وہاں سے واپسی ہوئی۔

سفر زامبیا کے کچھ مشاہدات وتاثرات

ا......مسلمانوں کی مذہب سے وابستگی

زامبیا کے سفر میں جس چیز سے سب سے زیادہ خوشی ہوئی، وہ مسلمانوں کی اپنے مذہب سے وابستگی ہے۔ خوبصورت مساجد کے ساتھ مکاتب بھی بنائے گئے ہیں۔ مساجد کی کشادگی، ظاہری خوبصورتی کے ساتھ ساتھ باطنی حسن وجمال بھی خوب پایا جاتا ہے کہ نمازیوں سے آباد ہیں۔ مسلمانوں کی وضع قطع اسلامی شعار کا نمونہ ہے، آپس میں محبت و بھائی چارگی کا بھرپور اظہار پایا جاتا ہے۔

۲......تبلیغی جماعتوں کی آمد ورفت

تبلیغی جماعتوں کی آمد ورفت رہتی ہے، جس کے اثرات مقامی مسلمانوں میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں، جماعتوں کی نصرت کے ساتھ ساتھ مہمان نوازی کا بھی بھرپور مظاہرہ پایا جاتا ہے، مساجد میں جماعتی کام کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں دین کے ساتھ وابستگی خوب پائی جاتی ہے۔

۳......ایک متاثر کن عمل

ہمارے گجراتی بھائیوں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اپنے گھر بنانے سے پہلے مسجد اور مکتب بنانے کی فکر ہوتی ہے، واقعتاً ایسا ہی پایا گیا ہے، بڑی بڑی مساجد کے ساتھ مکاتب بنائے گئے ہیں، جہاں بڑے احسن طریقے سے تعلیم دی جارہی ہے۔ ان کے علاوہ بھی مختلف مدارس قائم ہیں، جہاں کا طریقۂ تعلیم اور نظم وضبط کو دیکھ کر بے انتہاء خوشی ہو رہی تھی، ایک بڑا ہی متاثر کن عمل یہ دیکھنے میں آیا کہ مکاتب میں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی لازم ہے، اور دونوں کے لیے الگ الگ اوقات مقرر ہیں۔ ایک ایسے ہی مکتب میں جانا ہوا جہاں سب سے پہلی کلاس میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور بچیوں کی تعلیم کی ابتداء حروفِ تہجی کی تختی سے کی جارہی تھی، ایک ایک بچے سے حروف کی پہچان کروا کر صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرائے جارہے تھے، اس کے ساتھ اگلے سال کی کلاس تھی، پھر تیسرے سال کی الخ۔ اس طرح ایک بچہ جب قرآن کریم کا بہترین حافظ بن جاتا ہے تو وہ میٹرک

تک عصری تعلیم بھی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ پٹاؤکے‘ کے ایک مدرسے میں جانا ہوا، تو بتایا گیا کہ اس جگہ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے دعا فرمائی تھی، آج وہاں ایک عظیم الشان مدرسہ ’’انوار الاسلام‘‘ کے نام سے قائم ہے اور وہاں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی ساتھ ساتھ دی جاتی ہے۔

۴……عیسائی بچے اور حفظِ قرآن

اس مدرسہ میں ایک حیرت انگیز عمل دیکھنے میں آیا، وہ یہ کہ چالیس عیسائی بچے قرآن کریم حفظ کررہے ہیں۔ مسلمان بچوں سے قرآن کریم سننے کے بعد جب ایک عیسائی (سیاہ فام) بچے کو بلایا گیا تو اس نے بلند آواز سے زبانی قرآن کریم کی تلاوت کرکے ایک عجیب سا سماں باندھ دیا تھا، معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ ان کے عیسائی والدین خود بچوں کو چھوڑ کر گئے ہیں کہ ان کو قرآن حفظ کرایا جائے، ماشاء اللہ! مدرسہ کی انتظامیہ بڑی حکمت وتدبر اور شفقت اور مہربانی کے ساتھ ان کو قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی دے رہی ہے، چونکہ ابھی یہ بچے چھوٹے ہیں، ان شاء اللہ! وقت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تعلیم ان کو نورِ ایمانی سے بھی منور کردے گی اور یہی بچے آئندہ قرآن کریم کے محافظ بنیں گے، ان شاء اللہ! الغرض مکاتب ومدارس میں بہت ہی نظم وضبط کے ساتھ تعلیم دی جارہی ہے۔

۵……مسلمانوں کی معاشی حالت

وہاں کے مقامی مسلمانوں (سیاہ فام) میں تو عمومی طور پر غربت وافلاس پایا جاتا ہے، جو ان کی طرزِ زندگی سے بھی واضح ہوتا ہے، البتہ ہمارے گجراتی مسلمان بھائیوں کی محنت ولگن رنگ لائی ہے کہ وہ نہ صرف معاشی طور پر مستحکم ہیں، بلکہ ملکی انڈسٹری میں بھی اچھا خاصہ مقام رکھتے ہیں۔ مختلف فیکٹریوں، کارخانوں کے مالکان ہیں، جہاں بہت سی مصنوعات تیار ہوکر ملکی ضروریات پورا کرنے کے علاوہ بیرونِ ممالک بھی برآمد کی جاتی ہیں۔ نیز یہ حضرات اعلیٰ درجہ کے باتوفیق اصحابِ خیر بھی ہیں، وہاں کی خوبصورت مساجد ومدارس اس کا بیّن ثبوت ہیں۔

۶……رفاہِ عامہ کے کام

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ ’’الجامعۃ الاسلامیۃ‘‘ کے تحت مختلف شعبے قائم ہیں، جن میں بعض شعبے ایسے ہیں کہ جن کے تحت پسماندہ علاقوں میں راشن تقسیم کیا جاتا ہے، راشن وغیرہ کی تقسیم مسلمانوں کے علاوہ غیرمسلموں میں بھی کی جاتی ہے۔ اسی طرح پانی کی ضروریات کے لیے کنویں، ہینڈ پمپ وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور زکوٰۃ اور غیر زکوٰۃ کی تقسیم کا ایک مربوط نظم قائم ہے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ جو کام حکومت کے کرنے کے ہیں، وہ کام الحمد للہ! بنوری ٹاؤن کے فضلاء وہاں کے مخیّر حضرات کے تعاون سے احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔

۷:......مسجد توحید کی بنا

مسجد توحید کی بناء کا عجیب واقعہ ہے، وہ یہ کہ جب مسلمانوں نے اس جگہ مسجد تعمیر کرنی شروع کی تو ایک عیسائی عورت نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے حکومت کی جانب سے مسجد کی تعمیر بند کرا دی، چونکہ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' کی انتظامیہ مختلف مقامات پر مختلف رفاہِ عامہ کے کام کرتی ہے تو ایک جگہ کنواں کھود کر ہینڈ پمپ لگایا تھا، اس کے افتتاح کی تقریب میں اس وقت کے وزیر داخلہ بھی موجود تھے، وہ اس قدر خوش تھا کہ اس کی خواہش تھی کہ نکلنے والا پانی پہلے میں پیوں، اور جامعہ کی انتظامیہ سے بہت خوش اور متاثر تھا۔ اس وقت کے صدر کا انتقال ہوگیا تھا تو یہی وزیر داخلہ صدارتی الیکشن جیت کر ملک کا صدر بن گیا، اس کے پاس مسلمانوں کا وفد ملاقات کے لیے گیا اور مسجد توحید بند کرنے کا تذکرہ کیا، وہ پہلے سے ہی مسلمانوں سے بڑا متأثر تھا، تو اس نے نہ صرف مسجد توحید کی تعمیر کی اجازت دی، بلکہ ساتھ ہی زمین کا بہت بڑا رقبہ بھی دے دیا، جس پر مدرسہ کی تعمیر ہوئی، پھر اس نے عورت نے بھی اپنا مکان مسلمانوں پر فروخت کر دیا، اس طرح وہ مکان بھی اس جگہ میں شامل کر دیا گیا، جسے اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے خوب محنت کرنے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور امداد کی بہترین مثال سمجھا جا سکتا ہے۔

بہرحال ہمارا سفر اختتام پذیر ہوا، ۲۵؍مئی کی رات پاکستان واپسی تھی، اس لیے تیاری شروع کر دی۔ مختلف ہدایا دیئے گئے۔ مغرب کی نماز پڑھ کر ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً سب بڑے حضرات ایئرپورٹ پہنچے، وہاں عشاء کی نماز پڑھی، پھر ہمیں رخصت کرتے وقت بھرپور محبت کا اظہار کیا گیا۔ جدائی کے وقت طرفین کے جذبات واضح تھے۔ رخصت کر کے یہ حضرات واپس چلے گئے، ہم اندر چلے گئے۔ مقامی وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے، پاکستانی وقت کے مطابق ساڑھے بارہ بجے جہاز روانہ ہوا۔ ۲۶؍مئی کی فجر کی نماز جہاز میں پڑھی۔ چھ گھنٹے کا سفر طے کر کے دبئی پہنچے، دو گھنٹے کے بعد روانہ ہو کر پاکستانی وقت کے مطابق تقریباً ایک بجے دن میں کراچی پہنچ گئے۔ دینی اُخوّت، اسلامی بھائی چارے، دین دوستی، جذبۂ ایثار وقربانی، احترام وقدردانی، روایتی اسلامی اقدار اور بے مثال میزبانی کا یہ مختصر مگر تادیر یاد رہنے والا یادگار سفر تمام ہوا۔

اللہ جلّ شانہٗ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ پورے سفر میں اپنے خاص لطف وکرم کا معاملہ فرمایا، کسی قسم کی بیماری اور پریشانی نہیں ہوئی، وللّٰہ الحمد أولاً وأٰخراً ۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ میزبانوں اور مہمانوں کے اس دینی رشتے اور اسلامی اُخوت میں مزید ومدید مضبوطی واستحکام پیدا فرمائے اور اس دینی وابستگی کو ہماری نسلوں میں جاری وساری رکھے۔ اٰمین

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ أجمعین